Muhammad Blessing for the whole world

Abstract

Prof. Dr. Abdul Rauf Zafar*

Within the creation of man Allah arranged a chain of prophets for the guidance of humanity. All the prophets were the complete beings of their respective ages. They all were the prophets for a specific periods and nations. This chain ended on the prophet hood of Hazrat Muhammad (PBUH).Since He(PBUH) is the last prophet of Allah, He (PBUH) is the prophet for the whole world. In the last divine book "Holy Quran" Allah honoured Him with the title of Rahmat tul lil alameen.

When we examine the Holy life and Holy teachings of The Prophet (PBUH) we find that He (PBUH) is blessing not only for his followers but also for those who denied His teachings.

We can discuss Hazrat Muhammad (PBUH) as a **blessing for the whole world** as under:

Personal good example as a source of blessing

When we examine His personal life we find Him the best and the perfect in all deeds. As a son,brother,father and husband we can present Him a role model.

Prophet Hood as source of blessing

Owing to the teachings of Prophet (PBUH), women and slaves were able to gain their rights and were treated as human beings.

It was the effect of His Holy character and teachings that even his enemies conferred upon him the title of Sadiq and Ameen.

* Director Seerat Chair, The Islamia University of Bahawalpur.

محمد رسول اللہ ﷺ بحیثیت رحمۃ للعالمین

پروفیسر ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر☆

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہتر زندگی گزارنے کے لیے عقل وفکر اور فطری شعور بخشنے کے ساتھ ساتھ اس کے لیے خارجی رہنمائی کا بھی مکمل انتظام کیا ہے۔ اس نے انسانی رہنمائی کے لیے وقتاً فوقتاً ایسے منفرد انسان بھیجے جو اس کا پیغام بندوں تک پہنچاتے رہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ اور ہر قسم کے بگاڑ کی اصلاح ان کی ذمہ داری تھی۔ انسانوں کی کوئی بستی ایسے مقدس اشخاص سے محروم نہیں رہی اور کوئی زمانہ ان نیک انسانوں سے خالی نہیں رہا۔ یوں انسان کی ہدایت کی خاطر وقتاً فوقتاً پیغمبر و رسل کا طویل سلسلہ جاری رہا جو انسانوں کو اوامر ونواہی کے ساتھ ساتھ معاشرتی بگاڑ، فساد وجدل کو ختم کرنے اور اخلاقی اقدار کو فروغ دینے کے لیے کوشاں نظر آئے۔ قرآن مجید اس پر یوں گواہی پیش کرتا ہے:

﴿وَإِن مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ﴾ (۱) (اور کوئی قوم نہیں مگر اس میں ڈرانے والا گزر چکا)۔

دوسرے مقام پر یوں ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ﴾ (۲) (اور ہر قوم کے لیے ایک راہ دکھانے والا ہے)

اس طرح مختلف اوقات میں انسانیت کی رشد وہدایت کے لیے مناسب اور بروقت سامان مہیا ہوتا رہا۔ فکری، عقلی اور شعوری طور پر جوں جوں انسان ترقی کرتا گیا، ہدایت وتبلیغ میں نمایاں فرق آتا رہا لیکن ان سب کے باوجود ہدایت وبھلائی کا ایک انوکھا سرچشمہ قرآن مجید کی صورت میں یوں سامنے آیا کہ جس میں نہایت عمدگی کے ساتھ احکام کی جزئیات ہیں۔ البتہ اس کی تشریح وتعبیر اور احکام الٰہی کے نفاذ کے لیے ایسی شخصیت کو مبعوث کیا گیا جس کو جملہ اوصاف حمیدہ کا پیکر بنا دیا۔ سابقہ انبیاء کی خصوصیات یکجا کرنے کے ساتھ ساتھ کچھ ایسی انفرادی خصوصیات بھی تھیں جو کسی دوسرے نبی یا رسول کے پاس نہ تھیں۔ یوں حضرت محمد ﷺ کمالات نبوت اور انفرادیت کی بناء پر دیگر انبیاء سے ممتاز ہوئے۔ آپ ﷺ کی ذات بابرکات میں پائی جانے والی خصوصیات اپنی جگہ مسلم ہیں اور بے نظیر وبے مثال ہیں لیکن ان تمام خصوصیات میں رحمت کا وصف ایسا وصف تھا جو نہ صرف کسی خاص قوم کے لیے تھا بلکہ پوری انسانیت کے لیے تھا اور نہ صرف انسانوں کے لیے بلکہ جانوروں کے لیے بھی تھا، دنیا وآخرت بھی اس رحمت میں برابر کے شریک تھے۔ قرآن مجید آپ ﷺ کی اس خصوصیت کا ذکر یوں بیان کرتا ہے: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ﴾ (۳) (اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا)۔

☆ ڈائریکٹر سیرت چیئر دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاول پور۔

رحمۃ کا مفہوم:

رحمت کا لفظ لغت میں نرمی کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے صاحب تاج العروس ولسان العرب نے رحمت کا مادہ رحم سے ماٗخوذ کر کے اس طرح تشریح کی ہے کہ الرحمۃ نرمی، تعطف، شفقت اور مغفرت کو کہتے ہیں۔ عربوں کے نزدیک لفظ الرحمۃ بنی آدم کے تعلق میں استعمال ہو تو اس سے رقت قلب اور دلی شفقت وعطف مراد ہوتا ہے۔ لیکن جب رحمت کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس سے مراد بندوں پر اللہ کی شفقت واحسان اور وسعت رزق مراد ہوتا ہے (۴)۔

رقت کے اس مفہوم کے بعد تو رحمۃ کے معنی میں پیار، ترس، ہمدردی، غم گساری، محبت وخیر خواہی سب شامل ہوں گے۔ عالم سے مراد ہر وجود پذیر شئی کا ایک طبقہ ہے۔ اس طرح اس کائنات میں کئی عالم ہیں اور چونکہ آپ رحمۃ للعالمین ہیں اس لیے آپ کائنات کے ہر طبقہ کے لیے رحمت ہیں تو یوں رحمۃ للعالمین کے معنی یہ ہوئے کہ وہ ذات کہ جسے کائنات کی ہر چیز سے ہمدردی ومحبت ہے اور جو ہر ایک پر ترس کھاتی ہے اور ہر ایک کی غم گسار ہے۔

بنظر غائر جب ہم رسول اللہ ﷺ کی صفت رحمت کو دیکھتے ہیں تو ہمارے سامنے رسول اللہ کا باعث رحمت ہونا دو اعتبار سے واضح ہوتا ہے۔

(i) ذاتی اسوۂ باعث رحمت۔ (ii) نبوت باعث رحمت ۔

ذاتی اسوۂ باعث رحمت:

قبل از نبوت معاشرے کے لیے باعث رحمت

ذات کے لحاظ سے رسول اللہ مجسمہ رحمت تھے۔ آپ کے ہر قسم کے ذاتی امور میں آپ کی صفت رحمت نمایاں رہتی۔ آپؐ ہمیشہ لوگوں کے دکھ درد میں شریک رہے۔ مظلوموں کی مدد کرتے یہی وجہ تھی کہ جب آپ پر غیبی اسرار کا ظہور شروع ہوا اور آپ گھبرائے ہوئے گھر تشریف لائے تو حضرت خدیجہؓ نے ان الفاظ کے ساتھ آپ ﷺ کو تسلی دی۔

"فو اللہ لایخزیک اللہ ابداًانک لتصل الرحم و تحمل الکل و تکسب المعدو م وتکرم الضیف وتعین علیٰ نو ائب الحق" (۵) (اللہ آپ ﷺ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا۔ بے شک آپ ﷺ قرابت داری کا حق ادا کرتے ہیں۔ لوگوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ ناداروں کی خبر گیری کرتے ہیں۔ مہمان نوازی کرتے ہیں اور حق بجانب امور میں ہمیشہ مددگار رہتے ہیں)۔ اسی وجہ سے آپ ﷺ کے چچا ابو طالب نے اسی وصف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

وابیض یستسقی الغمام بوجھہ

ثمال الیتمیٰ عصمۃ للارامل (٦)

(وہ سفید رنگ والے جن کے چہرے کی وجہ سے بادل سے بارش طلب کی جاتی ہے۔ یتیموں کا سہارا اور بیواؤں کی پناہ گاہ)۔

آپ کی طبیعت کی رحیمی نے قبل از بعثت حرب الفجار میں بھی خاصہ اثر چھوڑا اس سے مظلومیت کی حمایت کا احساس اور زیادہ مستحکم ہوا اور مکہ کی وہ انجمن جس کا مقصد مظلوموں کی حمایت تھا۔ حلف الفضول معروف معاہدہ ہے۔ جس میں مظلوم کی حمایت کا کہا گیا تھا۔ آپ ﷺ نبوت کے بعد بھی اس قسم کے معاملہ میں شمولیت کو پسندیدگی کے انداز میں صحابہ کرامؓ کے سامنے بیان کیا کرتے تھے (۷)۔

آپ ﷺ کی ذات میں رحمت کی خصوصیت راسخ کی تھی اور یہی ملکہ راسخہ آگے چل کر نبوت اور فرائض نبوت کی انجام دہی میں ممد ثابت ہوا۔ قرآن مجید نے اس وصف کی اس طرح تصویر کشی کی ہے۔

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ﴾ (۸)

(سو اللہ کی رحمت سے تو ان کیلئے نرم ہو گیا اور اگر تو سخت کلام، سخت دل ہوتا تو یہ تیرے اردگرد سے بکھر جاتے)

انسانیت کے لیے رویہ رحمت وشفقت:

خالق کائنات حضور اکرم ﷺ کو اسی وجہ سے رحمۃ للعالمین کے لقب سے نواز ا رحمت کی بنیادی خصوصیت کو آپ ﷺ کے دل میں قائم کیا اور اس کے بعد تربیت، ہدایت اور آگاہی سے اسے مستحکم کیا کئی ایک مقامات میں جہاں نبی کریم ﷺ کو رحمۃ کے وصف کو اپنانے کا حکم ہے وہیں مصائب وآلام میں صبر کرنے اور مشکلات کا مقابلہ استقامت سے کرنے اور ایذا رسانی کے مقابلے میں عفو ودرگزر سے کام لینے کا حکم دیا ہے۔ قرآن مجید میں ایک مقام پر آپ ﷺ کو دوران تبلیغ اپنے انداز تکلم کو احسن انداز میں پیش کرنے کا حکم اس انداز میں دیا گیا ہے:

﴿ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ﴾ (۹)

(اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھے وعظ سے بلا اور ان کے ساتھ ایسے طریق پر بحث کر جو نہایت عمدہ ہو)۔

آپ ﷺ ہر ایک کے ساتھ شفقت، رحمت اور نرمی والا رویہ رکھتے تھے جیسا کہ اس حدیث سے واضح ہوتا ہے۔

"وکان رسول الله ﷺ رقيق البشرة لطيف الظاهر والباطن يعرف في وجهه غضبه ورضاه" (۱۰)

(کہ رسول اللہ انتہائی نرمی والے ظاہر اور باطن سے ایسے مہربان تھے کہ آپؐ کے چہرہ مبارک ہی آپکا غصہ اور خوشی کا اظہار ہو جاتا تھا)۔

رحمت کائنات کی تعلیمات بھی اسی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ طبیعت کو تحمل کا اس قدر خوگر بناؤ کہ وہ ناگوار باتوں کو بھی بے تکلفانہ اور فراخدلی کیساتھ برداشت کرنے کا ملکہ پیدا کرے۔ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا۔

"من یحرم الرفق یحرم الخیر" (۱۱) (جو نرمی سے محروم رہا وہ ہر بھلائی سے محروم رہا)

رسول اللہ ﷺ کی شخصیت کی جامعیت وانفرادیت کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو کاروان انسانیت کے اس رہبر اعلیٰ حضرت محمد ﷺ کی ذات اقدس ہر لحاظ سے انسانیت کے لیے رحمت سے لبریز بحر بے کراں نظر آتی ہے لیکن اس نبوی وصف میں صرف انسان ہی نہیں بلکہ حیوان حتیٰ کہ ہر ذی روح اس رحمت میں شامل نظر آتی ہے صرف انسانوں میں ہی یہ رحمت صرف خاص افراد معاشرہ سے ہی مسلک یا خاص نہ تھی بلکہ عام وخاص امیر وغریب، آقا وغلام، بچے بوڑھے، مرد وزن، معروف وغیر معروف قرابت دار واجنبی اور دوست واحباب یا تعلق دار سب اس نبوی رحمت سے مستفیض ہونے میں یکساں تھے۔ ذیل میں کچھ مثالیں پیش کی گئیں ہیں۔

جانوروں کے لیے باعث رحمت:

رسول اللہ ﷺ صرف انسانوں کیلئے ہی باعث رحمت نہیں بلکہ جانوروں اور پرندوں پر بھی آپ کی رحمت عام ہے۔ یہاں تک کہ ذبیحہ جانوروں کے بارے میں آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ "اذاذبحتم فاحسنوا الذبحة ولیرح ذبیحته" (۱۲) (کہ جب تم جانور کو ذبح کرو تو اچھی طرح سے ذبح کرو تا کہ ذبیحہ کو راحت رہے)۔

حضرت شداد بن اوسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"ان اللہ کتب الاحسان علی کل شئی فاذا قتلتم فاحسنوا القتلة واذا ذبحتم فاحسنوا الذبحة، ولیحد احدکم شفرته ولیرح ذبیحة" (۱۳)

(اللہ تعالیٰ نے ہر چیز پر احسان کو ضروری قرار دیا ہے، جب تم قتل کرو احسن انداز میں قتل کرو اور جب آپ ذبح کرو تو بھی اچھی طرح سے ذبح کرو چاہیے کہ تم اپنی چھری کو تیز کرلو اور اپنے ذبیحہ کو آرام پہنچاؤ)۔

ایک اور حدیث میں بھی حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ وہ حکم بن ایوب کے گھر میں داخل ہوئے تو انہوں نے کچھ بچوں کو دیکھا وہ ایک مرغی کو محبوس کر کے اس پر نشانہ بازی کر رہے تھے تو حضرت انسؓ نے فرمایا:

"نهی رسول اللہ ﷺ عن قتل البهائم صبراً" (۱۴)

(رسول اللہ ﷺ نے جانوروں کو باندھ کر قتل کرنے سے منع کیا ہے)۔

حیوانات کے بارے میں جاہلی عربوں کی روش بہت ظالمانہ تھی بچوں عورتوں اور غلاموں پر ظلم میں حد سے تجاوز کرنے والی یہ قوم جانوروں پر تو ظلم کے پہاڑ ڈھاتی تھی حیوانات کے بارے میں عربوں کے رویہ کا کچھ اندازہ ان اصلاحات سے ہوسکتا ہے جو رسول اللہ ﷺ نے نافذ فرمائیں حیوانوں پر ایک ظلم کی یہ صورت تھی کہ عرب اونٹوں کے گلے میں قلادہ لٹکاتے تھے تو آپ ﷺ نے اس

سے بھی منع فرما دیا اسی طرح جانوروں کو داغنے کا رواج عام تھا جسے حضور ﷺ نے ناپسند فرمایا بلکہ حضرت جابرؓ کی حدیث کے مطابق آپ ﷺ نے ایسے شخص پر لعنت کی جس نے کسی جانور کو داغا اسی طرح عربوں میں اس بات کی کوئی قباحت نہ تھی کہ زندہ جانور سے گوشت کا لوتھڑا کاٹ دیا جائے اور اسے پکا کر کھایا جائے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ما قطع من البهيمة و هي حية فهي ميتة''(۱۵)

(جو کسی جانور سے کوئی حصہ کاٹا گیا جب کہ جانور زندہ ہو تو وہ مردار ہے)۔

جانوروں پر شفقت و رحمت کے سلسلہ میں آپ ﷺ خاص اہتمام فرماتے چرند پرند کو تکلیف پہنچتی تو آپ ﷺ اس کا ازالہ فرماتے ایک سفر کے دوران جہاں قیام فرمایا وہاں ایک پرندے نے بچے دیے تھے ایک شخص نے بچہ اٹھایا تو پرندہ بے قرار ہو کر پر مار رہا تھا دریافت کرنے پر بچہ اٹھانے والے نے بتایا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''فو الذی بعثنی بالحق الله أرحم بعباده من أم الأفراخ بفراخها ارجع بهن حتی تضعهن من حيث أخذتهن و أمهن معهن''(۱۶)

(اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ اس چڑیا کی ماں سے بھی زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ لوٹ کے جاؤ اور بچوں کو وہیں رکھ آؤ جہاں ان کی ماں ہے)۔

اسی طرح حضرت جابرؓ کی بھی روایت ہے:

''امر رسول الله ﷺ بحمارٍ قد وسم فی وجهه وقد دخن فی وجهه ومنخره فقال: لعن الله من فعل هذا، أو لم ألعن من فعل هذا؟ لا يسمن أحدٌ الوجه، ولا يضربنِ أحدٌ الوجه''(۱۷)

(رسول اللہ ﷺ ایک گدھے کے پاس سے گزرے جس کے چہرے پر داغا گیا تھا اور چہرے اور نتھنے کو دھواں دیا گیا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو جس نے ایسا کیا یا میں لعنت نہ کروں ایسے شخص پر جس نے ایسا کیا ہے؟ تم میں سے کوئی چہرے کو داغ دار نہ کرے اور نہ ہی چہرے پر مارے)۔

جانوروں پر انسانی تصرفات کے سلسلے میں بھی آپ ﷺ نے خصوصی ہدایات فرمائیں۔ عتبہ بن سلمی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گھوڑوں کی پیشانیاں اور دمیں نہ کاٹو اس لیے کہ دم ان کا مورچھل ہے اور ایال ان کا لحاف ہے اور ان کی پیشانیوں میں خیر ہے(۱۸)۔ اسی طرح آپ ﷺ نے جانوروں کو آپس میں لڑانے کی بھی ممانعت کی۔

''نهی رسو ل الله ﷺ عن التحريش بين البها ئم''(۱۹)

(رسول اللہ ﷺ نے جانوروں کی باہمی لڑائی سے منع فرمایا)۔

جانوروں کے استعمال میں حدود کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے ان حدود کو بھی آپ ﷺ نے بتا دیا حدیث نبویؐ کے الفاظ ہیں:

جانوروں کی پشتوں کو اپنی کرسیاں بنانے سے گریز کرو اللہ تعالیٰ نے انہیں تمہارے لیے مسخر کیا ہے تاکہ تم آسانی

سے وہاں پہنچ جاؤ جہاں تم دقت سے پہنچتے تھے اس غرض کے واسطے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے زمین بنائی سو ان سے اپنی حاجتیں پوری کرو۔(۲۰)

عربوں میں ایک اور کھیل بہت معروف کھیل یہ تھا کہ وہ جانور کو باندھ کر اس کا نشانہ لیا کرتے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے اس طرز کی حرکت کو بھی منع کیا اور فرمایا۔

ایک مرتبہ راستے میں اونٹ نظر سے گزرا جس کا پیٹ اور پیٹھ شدت بھوک سے ایک ہو گئے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''اتقوا اللہ فی ھذہ البھائم کلوھا سماناً وارکبوھا صحاحا''(۲۱)

(ان بے زبانوں سے متعلق اللہ سے ڈرو۔ اچھی سواری کرو اور اچھا کھلاؤ)

ایک دفعہ آپ ﷺ ایک انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے ایک بھوکا اونٹ نظر آیا وہ آپ ﷺ کو دیکھ کر بلبلایا اور اس کی آنکھوں سے پانی بہ نکلا۔ آپ ﷺ نے شفقت سے اس پر ہاتھ پھیرا۔ پھر لوگوں سے اس کے مالک کا نام پوچھا تو ایک انصاری نے کہا اس کا اونٹ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''أفلا تتقی اللہ فی ھذہ البھیمۃ التی ملک اللہ إیاھا فانہ شکا الی انک تجیعہ وتدئبہ(۲۲)

(اس جانور کے معاملہ میں اللہ سے نہیں ڈرتے، اللہ نے تمہاری ملکیت میں دیا ہے، اس نے مجھ سے شکایت کی ہے کہ تم بھوکا رکھتے ہو اور زیادہ کام سے تھکاتے ہو)۔

اسی طرح بلی کو اذیت دینے پر ایک عورت عذاب میں گرفتار ہوئی۔ عبداللہ بن عمرؓ کی روایت کے مطابق رسول اللہ ﷺ فرمایا:

"عذبت أمراۃ فی ھرۃٍ او ثقتھا فلم تطعمھا ولم تسقھا ولم تدعھا تاکل من خشاش الارض"(۲۳)

(ایک عورت کو بلی کی وجہ سے عذاب ہوا کیونکہ وہ بلی کو نہ کھلاتی، نہ پلاتی اور نہ چھوڑتی تھی تا کہ زمین پر پڑی چیزیں ٹڈیاں کھا سکے)۔

حصول برکت:

رسول اللہ ﷺ نے شفقت، رحمت اور نرمی کے ساتھ ایک دوسرے کے ساتھ رہنے کو حصول برکت کا ذریعہ ہے۔ ارشاد فرمایا، حدیث میں ہے۔

''انّ اللہ تعالیٰ رفیق یحب الرفق ویعطی علی الرفق مالا یعطی علی العنف''(۲۴)

(بے شک اللہ تعالیٰ نرم خو ہے نرمی کو پسند کرتا ہے اور نرمی برتنے پر وہ کچھ عطا کرتا ہے جو سختی پر نہیں دیتا)۔

رسول اللہ ﷺ ایک قبر کے پاس سے گزرے تو ان دونوں قبر والوں کو عذاب ہو رہا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"أنهما ليعذبان وما يعذبان في كبير أما احدهما فيعذب في البول وأما الآخر فيعذب في الغيبة"(۲۵)

(ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے لیکن انہیں یہ عذاب کسی بڑی وجہ سے نہیں بلکہ ایک کو پیشاب سے نہ بچنے کی وجہ سے، دوسرے کو چغلی کھانے کی وجہ سے)

تو آپ ﷺ نے ان دونوں کی قبر پر دو تازی کھجور کی چھڑیاں لگا دیں اور فرمایا جب تک یہ خشک نہ ہوں گی اللہ تعالیٰ ان کی برکت سے عذاب کو مؤخر کردے گا)(۲۵)۔

نبوت باعث رحمت:

امت کے لیے باعث رحمت:

رسول اللہ ﷺ نے نبوت کے اعتبار سے رحمت کے تحت لوگوں کو حلال وحرام، جائز وناجائز کا حقیقی ضابطہ دیا اور انسانیت کی صحیح معنوں میں رہنمائی کی۔ اسی کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهُ مَكْتُوْباً عِنْدَهُمْ فِيْ التَّوْرَاةِ وَالإِنْجِيْلِ يَأْمُرُهُم بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَآئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالأَغْلاَلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِيْنَ آمَنُواْ بِهِ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُواْ النُّوْرَ الَّذِيَ أُنزِلَ مَعَهُ أُوْلَـئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾(۲۶)

(اور وہ لوگ جو رسول نبی امی کی پیروی کرتے ہیں جسے وہ اپنی توریت اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں وہ ان کو بھلی باتوں کا حکم دیتا ہے اور بری باتوں سے روکتا ہے۔ اور انکے لیے پاک چیزیں حلال کرتا ہے۔ اور ان پر ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے۔ اور ان سے ان کا بوجھ اتارتا ہے اور وہ طوق بھی جو ان پر تھے۔ سو جو لوگ اس پر ایمان لائیں اسکی تعظیم کی۔ اور اس کو مدد کی اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ اتارا گیا ہے وہی کامیاب ہونگے)۔

رسول اللہ ﷺ نبوت کے اعتبار سے بھی کائنات کیلئے رحمت ہیں۔ سفر طائف کے موقع پر دیکھا جائے تو جس طرح ان اوباشوں نے رسول اللہ کو پتھر مار مار کر لہولہان کر دیا عقل ایسے مواقع پر بدلہ کا تقاضہ کرتی ہے۔ لیکن آپؐ فرمارہے ہیں:

"اللهم اهد قومي فإنهم لايعلمون"(۲۷)

(اے اللہ میری قوم کو ہدایت عطا فرما بلاشبہ وہ نہیں جانتے)۔

سخت مصائب میں بھی رحمت کا دامن نہیں چھوڑا۔ طائف والوں نے رسول اللہ ﷺ کو پتھروں سے لہولہان کر دیا حضرت

جبرائیل تشریف لاتے ہیں کہ اگر آپ ﷺ حکم دیں تو اس بستی کے رہنے والوں کو تباہ کر دیا جائے لیکن آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں اور یہ لوگ مجھے نہیں جانتے۔ اے اللہ انہیں ہدایت کا راستہ دکھا اور انہیں یہ توفیق دے کہ یہ مجھے پہچانیں۔ اہل طائف میں سے اکثر وہ لوگ جنہوں نے آپ ﷺ کو پتھروں سے لہولہان کر دیا اور فتح مکہ کے بعد فتح طائف کے موقع پر وہ قیدی بنے لیکن رسول اللہ ﷺ نے ان سے کسی قسم کا بدلہ نہیں لیا بلکہ معاف کر دیا۔

عام مسلمانوں کے لیے باعث رحمت:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لو لا ان اشق علیٰ امتی لأ مر تھم با لسو اک عند کل صلوٰۃ"(۲۸)

(اگر میری امت پر مشقت نہ ہوتی تو میں انہیں ہر نماز کے ساتھ مسواک کا حکم دیتا)۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک اور حدیث کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر میں اپنی امت یا لوگوں پر مشقت سے نہ ڈروں تو میں کسی سریہ سے بھی پیچھے نہ رہوں لیکن میرے پاس سواریاں کم ہیں اور لوگوں کو دینے کے لیے بھی سواریاں نہیں مجھے یہ بات ناگوار لگتی ہے کہ یہ لوگ سریہ سے پیچھے رہ جائیں اور میری تو یہ خواہش ہے کہ میں اللہ کی راہ میں لڑوں اور شہید ہوں پھر زندہ ہوں پھر شہید ہوں پھر زندہ ہوں پھر شہید ہوں (۲۹)۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید نے ایک دوسرے مقام پر آپؐ کی صفت رحمت کو اس طرح سے بیان فرمایا ہے:

﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُوفٌ رَّحِيمٌ﴾ (۳۰)

('لوگو' تمہارے پاس تم ہی میں ایک رسول آتے ہیں تمہاری تکلیف ان پر شاق گزرتی ہے۔ اور ایمان لانے والوں کیلئے وہ شفیق ورحیم ہیں)۔

یتیموں اور بوڑھی صحابیات کے لیے باعث رحمت:

مدینہ کی لونڈیاں بھی جب آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوتیں اور کہتیں یا رسول اللہ ﷺ، میرا یہ کام ہے تو آپؐ اس کے کام کیلئے فوراً اٹھ کھڑے ہوتے اور ان کا کام کرتے۔ اسی لیے آپؐ کا فرمان ہے کہ یتیموں اور بیواؤں کی مدد میں رہنے والا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا ہے۔

"انا و کافل الیتیم کھاتین فی الجنۃ و اشار بالوسطی و الصبابۃ"(۳۱)

(میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں ایسے ہوں گے آپؐ نے اپنی دو انگلیوں کو ملا کر اشارہ فرمایا)۔

ایک دفعہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس اپنے خاوند کا کچھ تذکرہ کر رہی تھی آپ ﷺ نے از راہ تفنن فرمایا "تیرا خاوند

وہی ہے جس کی آنکھ میں سفیدی ہے اس نے عرض کیا نہیں حضرت میرے خاوند کی آنکھیں بالکل بے داغ ہیں (۳۲) اسے یہ خیال تک نہ آیا کہ ہر شخص کی آنکھ میں ایک حصہ سفید بھی ہوتا ہے۔

حضور کی پھوپھی حضرت صفیہؓ بنت عبدالمطلب جو بہت بوڑھی تھیں حاضر ہو کر عرض کرنے لگیں ''حضور! دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں داخل فرمائے''۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اے ام فلاں! بوڑھے جنت میں نہیں جائیں گے''۔ وہ حیران رہ گئیں اور اسی حیرانی میں رونے لگیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اسے بتادو کہ بڑھاپے کی حالت میں نہ جنت میں داخل ہوگی'' کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿إِنَّا أَنشَأْنَاهُنَّ إِنشَاءً فَجَعَلْنَاهُنَّ أَبْكَاراً﴾ (۳۳)

(اُن کی بیویوں کو ہم خاص طور پر نئے سرے سے پیدا کریں گے اور انہیں باکرہ بنادیں گے)۔

یہ بوڑھی عورت حضرت زبیر بن عوامؓ کی والدہ تھیں (۳۴)۔

غلاموں کے لیے باعث رحمت:

آپ ﷺ نے جس دور میں اپنی دعوت کا آغاز کیا اس میں انسان بھیڑ بکریوں کی طرح بکتے تھے غلاموں اور باندیوں کی حالت ناگفتہ بہ تھی ان سے ناروا سلوک رکھا جاتا تھا۔ ان کو اذیتیں دی جاتیں ان کی تحقیر ہوتی غرض اس معاشرے میں ان کا کوئی مقام ہی نہ تھا۔ آپ ﷺ نے اپنی تعلیمات اور اپنے طرز عمل سے غلاموں کو وہ مقام دیا کہ ایک وقت وہ آگیا کہ خلیفہ وقت پیدل چل رہا تھا اور غلام سواری پر بیٹھا تھا (۳۵)۔

یہ سب آپ ﷺ کی تعلیمات کا ثمر تھا کہ کئی محدثین ایسے گزرے ہیں جو کہ غلام تھے۔ مسلمانوں کی تاریخ میں خاندان غلاما ں نے حکمرانی بھی کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے طرز غلامی کی اصلاح کی اور خوبصورت انداز میں اس جاہلی طرز زندگی میں انسانیت کی اصل روح کو داخل کیا۔

حضرت زید بن حارثہؓ آپ ﷺ کے غلام تھے جنہیں آپ ﷺ نے آزاد کر دیا۔ ان کے خاندان کو علم ہوا تو ان کے والد لینے کے لیے آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید کو اختیار دے دیا لیکن حضرت زیدؓ نے اپنے والد کے ساتھ جانے کے لیے انکار کر دیا اور نبی کریم ﷺ کی صحبت کو ترجیح دی (۳۶)۔

آپ ﷺ نے غلاموں کے لیے غلام کے لفظ کو استعمال ہی نہ کیا بلکہ میرا بچہ، میری بچی، کہنے کو ترجیح دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی اپنے مالک کو خداوند نہ کہے اللہ تعالیٰ سب کا خداوند ہے۔ غلاموں کے سلوک کے مسئلہ پر آپ ﷺ بہت حساس تھے ابو مسعودؓ ایک دفعہ اپنے غلام کو مار رہے تھے تو انہیں اپنے پیچھے سے آواز سنائی دی: ''**اعلم ابا مسعود: اللہ اقدر علیک منک علیہ**'' (ابو مسعود! جان لو اللہ کو تم پر اس سے زیادہ اختیار ہے جتنا تمہیں اس غلام پر ہے)۔

ابو مسعودؓ نے مڑ کر دیکھا تو حضور اکرم ﷺ تھے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ میں نے اسے لوجہ اللہ آزاد کر دیا۔
آپ ﷺ نے فرمایا:

اما انک لو لم تفعل للفحتک النار (۳۷) (اگر تم ایسا نہ کرتے تو آتش و دوزخ تم کو چھو لیتی)

بنی مقرن میں سے ایک خاندان کے سات افراد کے پاس ایک خادمہ تھی خاندان کے ایک فرد نے اسے ایک طمانچہ مارا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اسے آزاد کر دو انہوں نے عرض کیا کہ ہمارے پاس صرف ایک خادمہ تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا: فلتخدمهم حتی یستغنوا فاذا استغنوا فلیعتقوها (۳۸) (اس وقت تک خدمت گزاری کرے جب تک وہ اس سے بے نیاز ہو جائیں اور جب حاجت نہ رہے تو اس کو آزاد کر دیں)۔

اسلام سے پہلے لوگ غلاموں کے ساتھ حیوانوں جیسا سلوک کرتے تھے انہیں نہ تو ٹھیک سے کھانا دیتے اور نہ کپڑا پہناتے لیکن رحمت دو عالم رسول اللہ ﷺ نے غلاموں کے متعلق ارشاد فرمایا: غلام تمہارے بھائی ہیں جو خود کھاؤ وہی ان کو کھلاؤ۔ جو خود پہنو وہ انہیں بھی پہناؤ (۳۹)۔

حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! لونڈی اور غلام تمہارے بھائی ہیں۔ انہیں اللہ نے تمہارے تصرف میں دے دیا ہے تو جس بھائی کو اللہ نے تم میں سے کسی کے قبضہ میں دے رکھا ہو تو اس کو وہی کھلائے جو خود کھاتا ہے اور اسے وہی پہنائے جو وہ خود پہنتا ہے اور اس پر کام کا اتنا بوجھ نہ ڈالے جو اس کی طاقت سے باہر ہو اور وہ اسے کر نہ پا رہا ہو تو اس کام میں اسکی مدد کرے'' (۴۰)۔ حضرت بلال حبشیؓ کو آپ ﷺ کے رحمت بھرے سلوک نے معاشرتی طور پر یہ بلند مقام دیا کہ حضرت عمرؓ بھی انہیں یا سیدنا کہہ کر پکارا کرتے تھے۔

غیر مسلموں کے لیے باعث رحمت:

آپ ﷺ غیر مسلموں کیساتھ عدل وانصاف، عزت واحترام اور مہمان نوازی سے پیش آتے۔

حبشہ کے کچھ لوگ بحیثیت سفیر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ خود انکی مہمان نوازی اور مدارت میں مصروف تھے، صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ تشریف رکھیں ہم خدمت کے لئے حاضر ہیں۔ آپؐ نے فرمایا جب مسلمان حبشہ گئے تھے تو ان لوگوں نے انکی خدمت کی تھی۔ اس لئے میرا فرض ہے کہ میں بھی انکی خدمت کروں (۴۱)۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ سے کسی نے کہا یا رسول اللہ مشرکین پر بددعا کریں تو آپ ﷺ نے فرمایا'' انی لم ابعث لعانا انما بعثت رحمة'' (۴۲) (میں لعنت کرنے والا نہیں بھیجا گیا بلکہ مجھے تو رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے)۔

صحابیات اور خواتین کے لیے باعث رحمت:

عورت اپنی طبعی نزاکت جسمانی ساخت کے باعث ہمیشہ ظلم اور زیادتی کی چکیوں میں پستی رہی ہے جاہلی معاشروں میں نہ

صرف اس کے حقوق پامال کیے گئے بلکہ اسے ظالمانہ ہوس کا نشانہ بنایا گیا عرب معاشرہ میں بیوی، باندی اور بیٹی کی حیثیت سے عورت کا جو مرتبہ تھا اس میں تمام تاریخ کی کتابیں یکساں طور پر متفق ہیں۔ عربوں کے ہاں غیرت وحمیت عورتوں کے حوالے سے معدوم تھی حضور ﷺ رحمۃ للعالمین نے اپنے طرز عمل اور اپنی تعلیمات سے نہ صرف اس کی حفاظت کی بلکہ اس کا مرتبہ بھی بلند کیا۔ ماؤں کا یہ احترام اور بیٹیوں سے شفقت کے حوالے سے آپ ﷺ کا یہ ارشاد قانونی حیثیت کا حامل ہے:

"ان الله حر م عليكم عقوق الا مها ت ومنع وهات وواد البنا ت"(۴۳)

(اللہ تعالیٰ نے یقیناً تم پر ماؤں کی نافرمانی ان سے مطلوبہ چیزوں سے انکار بے جا مطالبہ اور لڑکیوں کو زندہ درگور کرنا حرام ٹھہرایا)۔

اس طرح آپ ﷺ نے بچیوں سے شفقت کے سلسلے میں فرمایا:

"من عال ابنتين حتى يبن كنت أناوهو فى الجنة كهاتين"(۴۴)

(جس نے دولڑکیوں کی پرورش کی حتیٰ کہ وہ بالغ ہوگئیں وہ اور میں روز قیامت کے روز اس طرح آئیں گے)

اور آپ ﷺ نے اپنی انگلیوں کو ملا دیا۔

موجودہ دور میں خواتین کے حقوق کے سلسلہ میں بڑی آوازیں لگائی جارہی ہیں۔ بڑے بڑے سیمینار منعقد کیے جارہے ہیں۔ رحمت دو عالم ﷺ نے آج سے چودہ سال پہلے خواتین کے ہر قسم کے حقوق بتلائے۔

ارشاد فرمایا کہ:

"فاتقوا الله فى النساء"(۴۵) (عورتوں کے سلسلہ میں اللہ سے ڈرو)۔

"انما النساء شقائق الرجال "(۴۶) (عورتیں مردوں کی نظیر ہیں)۔

عورتوں سے محبت وشفقت اور ان سے نرمی کے ساتھ رہنے کے متعلق رحمت عالمؐ نے ارشاد فرمایا:

"المرأة كالضلع فان تحرص على أقامته تكسره وان تتركه تستمع بها وفيها عوج"(۴۷)

(عورت کو ایسا سمجھو جیسے پسلی (کی ہڈی)۔ اس کو اگر سیدھا کرنا چاہو گے تو توڑ بیٹھو گے اور اگر اس سے کام لینا چاہو گے تو وہ ٹیڑھے پن ہی میں کام دے گی)۔

گھر میں عورت کی حیثیت کے متعلق حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث ہے، رحمت دو عالم کا فرمان یوں ہے:

"المرأة راعية علىٰ بيت زوجها وولده "(۴۸)

(عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کی اولاد پر حکمران ہے)۔

آپ ﷺ نے عورتوں کے حقوق کے بارے میں واضح ہدایت فرمائی عورتوں پر معاشی ومعاشرتی ناانصافیوں کی روک تھام

کی آپ ﷺ کو کسی جنگ میں عورت مقتولہ کا پتہ چلا تو آپ ﷺ نے سخت ناپسندیدگی کا اظہار کیا ایک اور روایت میں آپ ﷺ نے ایک مقتولہ عورت کی خبر سننے پر فرمایا:

''ما كانت هذه لتقاتل''(۴۹) (یہ تو لڑنے کے لئے نہیں تھی)۔

آپ ﷺ نے اپنے سپہ سالار خالد بن ولید کو کہلا بھیجا

''لايقتلن امرأة و لا عسيفا''(۵۰) (عورت اور اجیر کو ہرگز قتل نہ کرو)۔

عورت کو قدرت نے نازک طبعی سے نوازا ہے۔ اس لیے اس کے ساتھ شفقت اور محبت کا برتاؤ ایک فطری امر ہے رسول اللہ ﷺ نے اس کا ہمیشہ خیال رکھا صنف نازک کی اس طبیعت کے پیش نظر آپ ﷺ نے اسے آبگینہ سے تشبیہ دی، ایک سفر کے دوران جب حضرت انجشہ نے حدی خوانی کی اور اونٹ تیز چلنے لگے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''رويدك يا انجشه لا تكسر القوارير''(۵۱) (انجشہ دیکھنا آہستہ چلو آبگینے ٹوٹنے نہ پائے)۔

آپ ﷺ کی شفقت و رحمت کا یہ نتیجہ تھا کہ عورتیں آپ ﷺ سے بلا تکلف سوالات کرتیں اور بلا خوف وخطر آپ ﷺ سے مسائل دریافت کرتیں۔

ازواج مطہرات سے محبت اور نرم روی کا جو طریق تھا وہ کتب سیرت وحدیث میں منقول ہے، بیٹیوں سے جو شفقت اور محبت فرمائی اس کا ریکارڈ بھی محفوظ ہے۔ آپ ﷺ کی تعلیمات اور ذاتی طرز عمل نے عورتوں سے متعلق مجموعی رویے میں تبدیلی پیدا کی۔

صحابہ کرام کے لیے باعث رحمت:

آپ ﷺ اپنے صحابہ کرام پر بہت شفیق تھے نبوت ملنے کے بعد جب آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کو کفار کی طرف سخت تکالیف دینے کا سلسلہ شروع ہوا تو آپ ﷺ خود مکہ مکرمہ میں رہے لیکن اپنے صحابہ کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا یہ آپ ﷺ کی شفقت ورحمت کا نتیجہ یہ تھا کہ عرب کے باشندے دنیا کی سب سے معزز ترین قوم بن گئے۔

حضرت معاویہ بن حکمؓ آپ ﷺ کے بارے میں فرماتے ہیں: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میں نے آپ سے پہلے اور نہ آپ کے بعد آپ سے زیادہ اچھا معلم اور بہترین تعلیم دینے والا نہیں دیکھا۔ اللہ کی قسم آپ نے نہ مجھے کبھی جھڑکا، نہ مارا اور نہ بُرا بھلا کہا(۵۲)۔

اس کے علاوہ کتب سیرت میں بے شمار ایسے واقعات ہیں جن سے رسول اللہ ﷺ کا اپنے اصحاب کے ساتھ رحمت وشفقت کا رویہ بالکل عیاں نظر آتا ہے۔

بچوں پر رحمت:

بچے نسل انسانی کی بقاء اور تسلسل کا مظہر ہیں قدرت نے جو جذبہ ترحم انسان میں ودیعت کیا ہے اس کا اظہار ایک فطری امر

ہے۔لیکن بعض مزاجوں میں اس جذبے کی کمی ہوتی ہے یا وہ اسے مصنوعی طریقے سے دبا دیتے ہیں۔آپ ﷺ نے اس فطری جذبے کے اظہار کو ضروری قرار دیا۔

آپ ﷺ ایک دفعہ اپنے نواسے کو چوم رہے تھے کہ ایک یہودی اقرع بن حابس آپ کے پاس آیا ہے کہ یا رسول اللہ ﷺ میرے دس بچے ہیں لیکن میں نے آج تک ان میں سے کسی کو پیار نہیں کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:''أو أملک لک أن نزع اللہ من قلبک الرحمة''(۵۳)(اگر آپ کے دل سے اللہ رحم کو نکال دیا ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں)۔

آپ ﷺ جہاں بچوں کو دیکھتے بڑھ کر سلام کرتے اور اپنے کندھوں پر سوار کر لیتے۔موسم کا کوئی نیا پھل آتا یا ملتا تو سب سے پہلے بچوں کو دیتے(۵۴)۔

حدیث میں ہے کہ ایک اعرابی دربار نبوی ﷺ میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ حسنؓ کو پیار کر رہے تھے۔اسے حضور ﷺ کا یہ طرز عمل وقار کے خلاف معلوم ہوا تو کہنے لگا آپ ﷺ بچوں کو پیار کرتے ہیں میرے بھی بچے ہیں لیکن میں نے کبھی پیار نہیں کیا تو آپ ﷺ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:''إنّ من لا یرحَم لا یُرحم''(۵۵)(جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جائے گا)۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں:''ما صلیت وراء امام قط أخف صلوة ولا أتم من النبی ﷺ وان کان لیسمع بکاء الصبی فیخفف مخافةً أن تفتن أمه''(۵۶)(میں نے کسی امام کے پیچھے حضور ﷺ سے زیادہ مختصر اور مکمل نماز ادا نہیں کی۔وہ بچے کے رونے کی آواز سنتے تو نماز کو مختصر کر دیتے کہ کہیں اس کی ماں پریشان نہ ہو)۔

جابر بن سمرہؓ اپنے بچپن کا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے حضور ﷺ کے پیچھے نماز ادا کی۔فارغ ہو کر جب آپ ﷺ گھر چلے تو میں بھی ساتھ ہو لیا۔ادھر سے چند اور لڑکے نکل آئے۔آپ ﷺ نے سب کو پیار کیا اور مجھے بھی پیار کیا(۵۷)۔

اسی طرح آپ ﷺ نے جنگ میں بھی بچوں کے قتل کی ممانعت کی۔بچوں پر محبت و مؤدت کا اندازہ ام خالدؓ کی اس حدیث سے ہوتا ہے۔

> ''أتیت رسول اللہ ﷺ مع أبی وعلیّ قمیص أصفر قال رسول اللہ ﷺ سنه سنه، قال عبداللہ هی بالحبشة الحسنة: قالت، ذهبت ألعب بخاتم النبوة فزبرنی أبی، فقال رسول اللہ ﷺ دعها ثم قال رسول اللہ ﷺ: أبلی وأخلقی ثم أبلی واخلقی ثم ابلی وأخلقی، قال عبداللہ فبقیت حتی ذکر''(۵۸)
>
> (میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اپنے والد کے ساتھ آئی اور میں نے زرد رنگ کی قمیص پہنی ہوئی تھے۔آپ ﷺ نے سنہ سنہ فرمایا۔عبداللہ نے کہا حبشی زبان میں حسنہ کو سنہ کہتے ہیں(ام خالد) کہتی ہیں کہ میں مہر نبوت سے کھیلنے لگی تو میرے والد نے مجھے ڈانٹا۔اس پر آپ ﷺ نے فرمایا اس قمیض کو خوب پہن اور پرانی کر اور پھر پہن اور پرانی کر اور پھر پہن اور پرانی کر،عبداللہ نے کہا کہ چنانچہ یہ قمیض اتنے دنوں تک باقی رہی کہ زبانوں پر اس کا چرچا عام ہو گیا)۔

حضرت اسامہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول ﷺ ایک زانو پر مجھے اور دوسرے پر حسنؓ کو بٹھا لیتے اور پھر دونوں زانو ملا کر کہتے:
اللھم ارحمھما فانی ارحمھما (۵۹) (خداوندا ان دونوں پر رحم کر کیونکہ میں ان دونوں پر رحم کرتا ہوں)۔
شفقت و محبت کے اس رویے کو آپ ﷺ نے مسلم معاشرے کی خصوصی پالیسی قرار دیا۔ ابن عباسؓ کی روایت کے مطابق آپ ﷺ نے فرمایا: "**من لم یرحم صغیرنا ولم یؤقر کبیرنا فلیس منّا**" (۶۰) (وہ شخص ہماری جماعت سے نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور بڑوں کی عزت نہ کرے)۔
باہمی شفقت اور رحیمانہ پالیسی کی حکمت عملی کا اندازہ اس حدیث مبارکہ سے واضح ہوتا ہے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا:
تو مؤمنوں کو باہمی رحم دلی، دوستی اور باہمی مہربانی میں ایک جسم کی مانند پائے گا جب کسی عضو کو دکھ درد پہنچتا ہے تو سارا جسم بے خوابی اور تپ میں مبتلا ہو جاتا ہے (۶۱)۔

رسول رحمت کا یتامیٰ اور مساکین کے ساتھ رویہ:

رسول رحمتؐ جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے تو دوسرے ہی سال مکہ کے کافروں نے مدینہ پہنچ کر آپ ﷺ سے جنگ شروع کر دی کیونکہ وہ آپؐ کی بڑھتی ہوئی طاقت سے خوف کھانے لگے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ اگر مسلمانوں کو جلد از جلد ختم نہ کر دیا گیا تو یہ بڑھتے بڑھتے سارے عرب پر چھا جائیں گے اور ان کی تعداد بہت زیادہ ہو جائے گی۔ مسلمانوں سے کافروں کی پہلی جنگ بدر کے مقام پر ہوئی تھی جس میں کافروں کے ستر آدمی قتل ہوئے اور تقریباً اتنے ہی زندہ گرفتار کر لیے گئے۔ اس شکست کا بدلہ لینے کے لیے انہوں نے اگلے سال مدینہ منورہ پر پھر حملہ کر دیا۔ اُحد پہاڑ کے دامن میں مسلمانوں اور کافروں میں جنگ ہوئی جسے جنگ اُحد کہا جاتا ہے۔ اس جنگ میں شروع شروع میں مسلمانوں کا پلہ بھاری تھا مگر پہاڑ کے ایک درّے میں حفاظت کی خاطر مقرر کیے ہوئے چند مسلمان جاں بازوں نے غلطی سے یہ جگہ چھوڑ دی اور کافروں کے ایک دستہ نے موقع پا کر وہاں سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا اور میدان جنگ کافروں کے قبضہ میں آ گیا۔ چونکہ مسلمانوں کو اس بات کی امید نہ تھی کہ ان کی پشت سے کوئی حملہ کر دے گا، اس لیے انہیں سخت نقصان اٹھانا پڑا اور ستر مسلمان مجاہد شہید ہو گئے اور بہت سے شدید زخمی ہوئے حتیٰ کہ خود رسولِ رحمت ﷺ بھی زخمی ہوئے۔ تاہم مسلمانوں نے خوب بہادری سے ان کا مقابلہ کیا اور کافر میدان چھوڑ کر چلے گئے۔ اس جنگ میں مسلمانوں کا کافی نقصان ہوا۔ رسول رحمتؐ کے پیارے چچا حضرت حمزہؓ بھی شہید ہوئے۔ دیگر شہیدوں میں سے ایک کا نام حضرت حقربہؓ تھا (۶۲)۔
رسولِ رحمت ﷺ نے ان تمام شہیدوں کو مدینہ میں لا کر دفن کرنے کے بجائے وہیں میدان اُحد میں دفن کرایا۔ جب لشکر اسلام مدینہ واپس پہنچا تو ہر گھر سے رونے کی آوازیں آنے لگیں کیونکہ شہیدوں کے غم میں مدینہ منورہ کا ہر فرد سوگوار تھا۔ سارے شہر میں اداسی اور غم کی لہر پھیل گئی۔ بیواؤں کی آہیں اور یتیموں کی سسکیاں ہر جگہ سنائی دیتی تھیں۔
ایک یتیم بچہ جس کا نام بشیر تھا، اپنے شہید والد حضرت حقربہؓ کے غم میں نڈھال گلی کی ایک نکڑ میں پریشان کھڑا تھا۔ اس کی

آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اور وہ سخت اداس اور بے چین دکھائی دیتا تھا۔ اتنے میں وہاں سے رسولِ رحمت ﷺ کا گزر ہوا اور جب اس پر نگاہ پڑی تو آپ فوراً اس کی طرف تشریف لے گئے اور قریب جا کر اس سے دریافت فرمایا کہ ''تم کیوں اداس ہو اور تمہارے آنسو کیوں بہہ رہے ہیں''؟ اس نے عرض کیا: ''یارسول اللہ! میرے والد حضرت ربہؓ جنگ میں شہید ہو گئے ہیں اور اب مجھے سنبھالنے والا کوئی نہیں رہا اس لیے بے چین اور اداس ہوں'' (٦٣)۔

رسولِ رحمت ﷺ تو یتیموں اور بے بس لوگوں پر بہت مہربان تھے۔ آپ کو اس پر بہت ترس آیا اور آپؐ نے اس کے سر پر محبت اور شفقت سے اپنا ہاتھ مبارک پھیرتے ہوئے فرمایا: ''میرے بیٹے کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ عائشہؓ تمہاری ماں اور محمد ﷺ تمہارا باپ ہو'' (٦٤)۔

حضرت عائشہؓ رسولِ رحمت ﷺ کی زوجہ محترمہ اور بہت رحم دل اور نیک خاتون تھیں۔ آپ ﷺ کے اس ارشاد کا مطلب یہ تھا کہ پیارے بشیر تم فکر نہ کرو میں تمہارا باپ ہوں، اور میری بیوی عائشہ تمہاری ماں ہے۔ ہم دونوں تمہیں ماں باپ کا پیار دیں گے اور محبت سے تمہاری پرورش کریں گے اس لیے اب تم اداس اور پریشان نہ ہو۔

ذرا اندازہ کیجیے اس یتیم اور اداس بشیرؓ کی خوش قسمتی کا کہ رسولِ رحمتؐ اس کے سرپرست بن گئے جن سے زیادہ مہربان اور شفیق کوئی پیدا ہی نہیں ہوا۔ جسے آپ کی شفقت مل گئی سمجھ لیں کہ دنیا کے تمام غم اس سے دور ہو گئے۔

دشمنوں کے لیے باعث رحمت:

دشمنوں پر جب غلبہ حاصل ہو جائے تو پھر اسے معاف کرنا اخلاقی معیار کی معراج ہے۔ آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی کا یہ پہلو بے مثال طور پر اجاگر ہوتا ہے، کتب حدیث رحمۃ للعالمین کے اس وصف سے بھری پڑی ہیں اور بعض محدثین نے تو اس کو ایک باب کی صورت میں بھی علیحدہ کیا ہے چنانچہ جب آپ ﷺ نے تبلیغ کے کام کو شروع کیا تو قریش نے آپ ﷺ کو جان سے مار ڈالنے کی دھمکیاں دیں اور ایک مرتبہ عملی طور پر قتل کرنے کی غرض سے گئے بھی لیکن آپ ﷺ کو اللہ نے بچا لیا اور آپ ﷺ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی پھر ایک وقت وہ بھی آیا کہ جب قریش کے لوگ مفتوح ہو چکے تھے لیکن اس موقع پر آپ ﷺ نے دریا دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے قریش مکہ کو معاف کیا۔

ہجرت کے ہی موقع پر قریش مکہ نے حضور ﷺ کے سر کی قیمت لگائی تھی اور اس شخص کو سو اونٹ دینے کا اعلان کیا جو حضور ﷺ کو زندہ پکڑ لائے یا آپ ﷺ کا سر لے آئے سراقہ بن مالک بن جعشم نے اپنے تیز گھوڑے سے یہ کام سرانجام دینے کی ٹھانی اور رسول اکرم ﷺ کو دیکھ لیا۔ جب وہ قریب پہنچنے کی کوشش کرتا تو گھوڑا زمین میں دھنس جاتا دو تین دفعہ کی کوشش کے بعد ارادہ ترک کر دیا اور آپ ﷺ سے سند امان کی درخواست کی آپ ﷺ نے اسے سند امان لکھ دی آٹھ سال بعد فتح مکہ کے موقع پر جب سراقہ بن مالک بن جعشم حلقہ بگوش اسلام ہوئے تو آپ ﷺ نے اس کے سابقہ جرم کا ذکر تک نہ کیا (٦٥)۔

مشرکین مکہ نے آپ ﷺ سے جو سلوک کیا وہ کسی سے بھی مخفی نہیں تکلیف واذیت کی جو بھی صورت اختیار کر سکتے تھے کی گئی اور تحقیر وتذلیل کا جو بھی حربہ استعمال کر سکتے تھے کیا۔لیکن اللہ تعالیٰ نے جب آپ ﷺ کو ان پر فتح عطا فرمائی اور آپ سیاسی اور عسکری طور پر غالب آئے تو آپ ﷺ نے جو رویہ اختیار کیا وہ بھی تاریخ انسانی میں اپنی مثال آپ ہے رسول اکرم ﷺ جب فاتحانہ شان سے مکہ میں داخل ہوئے تو قریش اپنے جرائم اور معاندانہ کاروائیوں کی وجہ سے سہمے ہوئے تھے انہیں یہ خیال تھا کہ نہ جانے اب کیا ہونے والا ہے لیکن اس سراپا عفوورحمت نے ایک ہی اعلان سے سب اندیشوں کو ختم کر دیا آپ ﷺ نے فرمایا'' **لا تثریب علیکم الیوم اذھبو انتم الطلقاء** (۶۶) (تم پر کوئی گرفت نہیں جاؤ تم سب آزاد ہو)۔

ابوسفیان کی بیوی ہند نے حضور اکرم ﷺ کے محبوب چچا سید الشہدا حضرت حمزہؓ کا سینہ چاک کیا تھا اور جگر کے ٹکڑے کیے تھے فتح مکہ کے موقع پر اطاعت کے سوا چارہ نہ پا کر بارگاہ رسالت میں میں نقاب پہن کر بیعت کے لیے حاضر ہوئی تا کہ پہچانی نہ جا سکے آپ ﷺ نے پہچان لیا لیکن عفوورحم کے باعث محسوس نہ ہونے دیا ہند نے آپ ﷺ کے اس اخلاق سے متاثر ہو کر فرمایا'' **یا رسول اللہ ما کان علیٰ ظھر الا رض اھل خباء احب الی ان یذلُوا من اھل خبائک ثم ما اصبح الیوم علی ظھر الارض اھل خبائن احب الی ان یعزّوا من اھل خبائک**'' (۶۷) (یارسول اللہ میری نگاہ میں آپ کے خیمہ سے زیادہ مبغوض کوئی اور خیمہ نہ تھا لیکن آج آپ ﷺ کے خیمہ سے محبوب تر کوئی خیمہ نظر نہیں آتا)۔

ابوسفیان ہی کو لیجئے جو اسلام اور آنحضرت ﷺ کا بدترین دشمن تھا بدر سے فتح مکہ تک تمام جنگوں اور تصادم کی سرگرمیوں میں وہ کسی نہ کسی طور پر شریک رہا لیکن فتح مکہ کے موقع پر جب حضرت عباسؓ ان کو خدمت اقدس میں لے کر حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے حضرت عمرؓ کی خواہش قتل کے برعکس نہ صرف معاف کیا بلکہ اس کے گھر کو امان کی جگہ قرار دیا اور فرمایا:

''**من دخل دار أبی سفیا ن فھو امن**'' (۶۸)

(جو شخص ابوسفیان کے گھر داخل ہو جائے گا تو اس کا قصور معاف ہوگا)۔

کتب سیرت وحدیث میں ایسے بے شمار واقعات موجود ہیں جن میں آپ ﷺ کے عفوودرگزر کا شاندار نمونہ موجود ہے عفو رحمت کی اس صفت سے دوست دشمن مسلم اور کافر سب مستفید ہوتے رہے بلکہ یہ کہنا بھی بے جا نہ ہوگا کہ انسانیت نے عفوودرگزر اور شفقت ورحمت کی ایسی مثال کبھی دیکھی بھی نہ تھی۔

مضت الدھو ر و ما اتین بمثلہ

ولقد اتیٰ فعجز ن عن نظرا ئہ

اسیرانِ جنگ سے رحمت کا پہلو:

رسول اللہ ﷺ نے اسیران جنگ سے رحمت کا معاملہ فرمایا اور ان کو قتل کرنے سے منع فرمایا فتح مکہ کے موقع پر جب

آپ ﷺ فاتح بن کر شہر میں داخل ہوئے تو فوج میں یہ اعلان کروا دیا کہ ''لا یجھزن علیٰ جریح و لا یتبعن مدبر و لا یقتلن اسیر و من اغلق بابہ فھوا من'' (۶۹) (کسی مجروح پر حملہ نہ کیا جائے کسی بھاگنے والے کا پیچھا نہ کیا جائے کسی قیدی کو قتل نہ کیا جائے اور جو اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے وہ امان میں ہے)۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنے جانی دشمنوں کے ساتھ بھی عفو و رحمت کا رویہ اپنایا اور قدرت ہونے کے باوجود بھی انہیں غلام نہیں بنایا فتح مکہ کے موقع پر ہی آپ ﷺ نے فرمایا تھا:

''اذھبوا انتم الطلقا'' (۷۰) (جاؤ تم سب آزاد ہو)۔

غزوہ بدر ۲ھ کے ۷۰ قیدیوں میں فدیہ لے کر چھوڑ دیا گیا جس قیدی کے پاس فدیہ دینے کی کوئی چیز نہیں ہوتی تھی آپ ﷺ اس سے دریافت کرتے؛ پڑھنا لکھنا جانتے ہو؟ قیدی اگر اثبات میں جواب دیتا تو آپ ﷺ فرما دیتے تم دس مسلمانوں کو پڑھنا لکھنا سکھا دو (۷۱)۔

حضرت ثمامہ بن اثال جب گرفتار ہو کر مسجد نبوی میں لائے گئے آپ ﷺ نے فرمایا:

''ما عندک یا ثمامه؟ فقال عندی خير إن تقتل تقتل ذادمٍ و ان تنعم تنعم علی شاکرٍ و ان کنت ترید المال فسئل تعط منه ما شئت، فقال: أطلقوا ثمامه'' (۷۲)

(اے ثمامہ تمہارے پاس کیا ہے تو انہوں نے کہا کہ میرے پاس بھلائی ہے اگر تم قتل کرو گے تو صاحب خون کو قتل کرو گے اور اگر تم احسان کرو گے تو احسان کا بدلہ دینے والے پر احسان کرو گے اور اگر تم مال و دولت چاہتے ہو تو سوال کرو جس قدر چاہتے ہو دیا جائے گا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ثمامہ کو آزاد کر دو)۔

تو وہ صحابہ کرام اور رسول اللہ ﷺ کے اخلاق اور شفقت و محبت سے متاثر ہو کر ہی مسلمان ہو گئے۔

رحمت عالم کا ایک اچھوتا پہلو:

بنیادی طور پر رسول اللہ ﷺ معاشرتی زندگی کی فلاح و بہبود کیلئے مبعوث کیے گئے اور معاشرے میں ذہنی اعتبار سے ہر قسم کے افراد پائے جاتے ہیں اور ذہنی تفاوت کا ہونا ایک فطری بات ہے۔ بعض دفعہ انسان دوسروں کے اندر خوبیاں دیکھ کر اپنے اندر احساس کمتری کو جگہ دیتا ہے اور آہستہ آہستہ معاشرے سے الگ تھلگ رہنا پسند کرتا ہے۔ اور اسی طرح بعض لوگ اپنے اندر پائی جانے والی خوبیوں کو اپنی ذاتی میراث سمجھتے ہیں کہ یہ رحمت یا خوبی ہم نے خود حاصل کی۔ اس چیز کی اصلاح کیلئے رسول اللہ نے معاشرے کی ان برائیوں کو ختم کرنے کے لیے ارشاد فرمایا:

''لا فضل لعربی علی عجمی و لا لأ سود علی أحمر الا بالتقویٰ'' (۷۳)

(کسی عربی کو عجمی پر اور سرخ کو سیاہ پر کوئی فضیلت حاصل نہیں سوائے تقویٰ کے)۔

بحیثیت رحمت دو عالم لوگوں کی اخلاقی رہنمائی:

جہاں رسول اللہ ﷺ نے معاشرتی اعتبار سے لوگوں کی رہنمائی اور امت کو وحدت میں ڈھالنے کیلئے قرآنی احکامات لوگوں کو بیان فرمائے وہاں ساتھ ہی عملی طور پر بھی امت کی تربیت فرمائی۔ چھوٹی چھوٹی برائیوں کو سرے سے ختم کرنے کی تلقین فرمائی۔ قریش کو مخاطب کر کے فرمایا!

> ''یامعشر قریش ان الله قد أذهب عنكم نخوة الجاهية وتعظمها با لآباء ، الناس بنو آدم وآدم من تراب''(۷۴)
>
> (اے گروہ قریش اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کے فخر وراور آباء پر فخر کرنے کو دور کر دیا ہے۔ لوگ آدم سے ہیں اور آدم مٹی سے تھے)۔

رحمۃ للعالمین کی رحمت کے انسانیت پر اثرات:

اللہ تعالیٰ کی شان رحمت یوں ہے ﴿وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ﴾ (۷۵) (میری رحمت ہر اک شے پر وسیع ہے)۔
اور آپ ﷺ کو جو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا تو آپ ﷺ کی تعلیمات کیوجہ سے زندگیاں آسان ہوئیں آپؐ نے تمام بوجھوں سے انسان کو آزاد کیا۔

آپؐ کی رحمت کا یہ عالم ہے دشمن بھی کہتے ہیں کہ ہمیں آپؐ سے ڈر نہیں لگتا پوچھا گیا کیوں؟ کہا کہ ہمیں معلوم ہے کہ آپ ﷺ برائی کے بدلے برائی نہیں کرتے۔ آپ ﷺ نے حضرت ابوسفیان سے رحمت بھرے انداز میں فرمایا تھا۔

> ''ويحک یاابا سفيان الم يان لک ان تعلم ان لا اله الا الله قال ابا سفيان بابی أنت وأمی ما احلمک وأو صلک واكرمک'' (۷۶)
>
> (افسوس ابوسفیان ابھی وقت نہیں آیا کہ تم اتنی بات سمجھ سکو کہ اللہ کے ماسوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ ابوسفیان نے کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان آپؐ کتنے بردبار اور آپ ﷺ قرابت کا حق ادا کرنے والے ہیں)۔

لوگ غیر اللہ کی عبادتوں کے بوجھ تلے دبے ہوئے تھے آپؐ نے اس سے آزادی دلائی۔ آپؐ ایسی ہستی ہیں جنہوں نے امیری غریبی، پیری جوانی امن و جنگ امید و ترنگ، گدائی و بادشاہی الغرض ہر چیز کو ایک مقام بخشا ہر میدان میں آپ کی رحمت نظر آتی ہے آپؐ کی رحمت کے سائے تلے ہر پست بالا ہوا۔ تاریکیاں روشنیوں میں تبدیل ہوئیں۔

آپ ﷺ نے خشک دریاؤں و میدانوں کو علم و معرفت سے رواں دواں کر دیا۔ سنگ لاخ چٹانوں سے رحمت و علم کی بنا پر کتاب وحکمت کے چشمے بہائے اور بھٹکتے راہ لوگوں کو ایک منزل دی جنگ کے میدان میں دیکھیں تو رحمت تقاضا کرتی ہے کہ درخت نہ کاٹنا بچوں اور عورتوں کو کچھ نہ کہنا آپؐ کی باران رحمت نے بے آباد بنجر زمینوں کو زرخیز کر دیا مذہب اسلام کی تبلیغ کے متعلق ارشاد خداوندی ہے: ﴿لاَ إِكْرَاهَ فِيْ الدِّيْنِ﴾ (۷۷) (دین میں کوئی جبر نہیں)۔

آپ ﷺ نے دین حق کی دعوت جبر کی بجائے شفقت و رحمت بھرے انداز میں دی اور اس رحمت بھرے رویے نے انسانوں کو اخلاق فاضلہ اور محاسن جمیلہ وصفات کاملہ کی بلندیوں تک پہنچادیا اور وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین کا حق ادا کردیا اور یہ صرف اور صرف آپ ﷺ کا ہی کمال ہے۔

حوالہ جات

۱۔ الفاطر: (۳۵) ۲۴۔

۲۔ الرعد: (۱۳) ۷۔

۳۔ الانبیا: (۲۱) ۱۰۷۔

۴۔ ابن منظور، محمد بن مکرم، لسان العرب (دار صادر بیروت) ۲۳۰/۱۲۔

۵۔ حاکم نیشاپوری، ابوعبداللہ، محمد بن عبداللہ، المستدرک علی الصحیحین، (دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۹۹۰ء) ۲۰۲/۳، حدیث نمبر ۴۸۴۳۔

۶۔ محمود سعید، رفع المنارۃ لتخریج احادیث التوسل والزیارۃ (دار الامام النووی، عمان، اردن ۱۴۱۶ھ)، ۱۰۰/۱، حدیث نمبر ۶۰۔

۷۔ شبلی نعمانی، سیرت النبی (الفیصل ناشران وتاجران کتب لاہور) ۳۶۶/۱۔

۸۔ آل عمران (۳) ۱۵۹۔

۹۔ النحل (۱۶) ۱۲۵۔

۱۰۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الادب المفرد، (مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ بیروت ۱۴۰۶ھ) ۱۰۷/۱، حدیث نمبر ۴۶۳۔

۱۱۔ ایضاً۔

۱۲۔ ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ، السنن، (مکتبہ دار السلام، الریاض) ۶۸/۴، حدیث نمبر ۱۴۰۹۔

۱۳۔ سیوطی، جلال الدین، الجامع الصغیر، ص ۲۸۳، حدیث نمبر ۵۴۰۶۔

۱۴۔ مسلم، الجامع الصحیح، (دار السلام، الریاض) ص ۱۳۴۱، حدیث نمبر ۱۹۵۹۔

۱۵۔ عسقلانی، احمد بن علی حجر، اطراف المسند المعتلی باطراف المسند الحنبلی، (دار ابن کثیر، دمشق بیروت) ۲۳۳/۸، حدیث نمبر ۱۶۹۶۴۔

۱۶۔ ابوداؤد، السنن، (مکتبہ دار السلام، الریاض)، ص ۴۵۲، حدیث نمبر ۳۰۸۹۔

۱۷۔ عسقلانی، ابن حجر، اتحاف الخیرۃ المھرۃ، ۱۳۷/۶، حدیث نمبر ۵۵۰۰۔

۱۸۔ ترمذی، السنن، ص ۱۱۴، حدیث نمبر ۱۷۰۹۔

۱۹۔ ایضاً۔

۲۰۔ ابوداؤد، السنن، ص ۳۷۲، حدیث نمبر ۲۵۶۷۔

۲۱۔ طبرانی، المعجم الکبیر، (دار احیاء التراث العربی، بیروت) ۹۶/۶، حدیث نمبر ۵۶۲۰۔

۲۲۔ جامع الاحادیث، ۶/ ۲۵، حدیث نمبر ۴۶۲۵۔
۲۳۔ أرواالغلیل، ۳/ ۱۳۱، حدیث نمبر ۳۷۲۔
۲۴۔ اتحاف الخیرۃ المھر ۃ، ۶/ ۳۲، حدیث نمبر ۵۲۶۴۔
۲۵۔ اتحاف الخیرۃ المھر ۃ، ۱/ ۲۷۹، حدیث نمبر ۴۴۹۔
۲۶۔ الاعراف (۷) ۱۵۷۔
۲۷۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ (دار صادر بیروت) ۱/ ۲۱۰۔
۲۸۔ مسلم، الجامع الصحیح، (دار السلام، الریاض)، ۶/ ۱۲۳، حدیث نمبر ۵۸۹۔
۲۹۔ عسقلانی، ابن حجر، فتح الباری، ص ۱۲۴، حدیث نمبر ۲۹۷۲۔
۳۰۔ التوبہ (۹) ۱۲۸۔
۳۱۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الادب المفرد، ۱/ ۱۴۲، حدیث نمبر ۱۳۸۔
۳۲۔ عبدالشکور، حافظ، رسول اللہ ﷺ کی مسکراہٹیں (مقبول بک سٹال شیخوپورہ) ص ۱۴۲۔
۳۳۔ الواقعہ (۵۶) ۳۶۔
۳۴۔ ترمذی، شمائل محمدیہ، (دار المطبوعات الحدیثیہ جدہ) ص ۱۴۳-۱۴۴، حدیث نمبر ۲۳۰۔
۳۵۔ شبلی نعمانی، سیرۃ النبیؐ (الفیصل ناشران وتاجران کتب، لاہور) ۲/ ۳۲۲۔
۳۶۔ ایضاً، ۱/ ۳۶۵۔
۳۷۔ ابوداؤد، السنن، ص ۷۴۴، حدیث نمبر ۵۱۵۹۔
۳۸۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الادب المفرد، ۱/ ۷۵، حدیث نمبر ۱۸۷۔
۳۹۔ ایضاً، ۱/ ۵۶، حدیث نمبر ۱۷۸۔
۴۰۔ ایضاً، ۱/ ۷۵، حدیث نمبر ۱۸۷۔
۴۱۔ ڈاکٹر خالد علوی، انسان کامل (الفیصل ناشران وتاجران کتب لاہور) ص ۲۰۴۔
۴۲۔ سیوطی، جلال الدین، جامع الصغیر، ۱/ ۲۰۳، حدیث نمبر ۲۶۲۷۔
۴۳۔ الجامع الصغیر، ۱/ ۲۶۵، حدیث نمبر ۱۷۲۶۔
۴۴۔ اتحاف الخیرہ المھر ۃ، کتاب الامارۃ، ۵/ ۴۸۴، حدیث نمبر ۵۰۶۳۔
۴۵۔ احمد، المسند، (دار الفکر، القاہرہ)، ۶/ ۲۵۶۔
۴۶۔ سیوطی، جلال الدین، جامع الصغیر، ۱/ ۳۹۲ حدیث نمبر ۲۵۶۰۔
۴۷۔ ترمذی، محمد بن عیسیٰ، السنن، ۲/ ۳۳۰، حدیث نمبر ۱۲۰۰۔
۴۸۔ سیوطی، جلال الدین، جامع الصغیر، ۳/ ۲۸۸، حدیث نمبر ۶۳۷۰۔
۴۹۔ اتحاف الخیرہ المھر ۃ، ۵/ ۱۷۰، حدیث نمبر ۴۴۵۸۔
۵۰۔ ایضاً۔

۵۱۔ سیوطی، جلال الدین، الجامع الصغیر، ۳/۳۰۲، حدیث نمبر ۴۶۷۵۔
۵۲۔ مسلم، الجامع الصحیح ص ۲۱۸، حدیث نمبر ۱۱۹۹۔
۵۳۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۷/۱۰۰، حدیث نمبر ۱۳۶۹۰۔
۵۴۔ ایضاً، ۷/۱۰۰، حدیث نمبر ۱۳۹۶۱۔
۵۵۔ ایضاً۔
۵۶۔ بخاری، الجامع الصحیح ص ۱۱۶، حدیث نمبر ۷۰۸۔
۵۷۔ احمد، المسند، ۳/۴۳۵۔
۵۸۔ بخاری، الجامع الصحیح ص ۵۰۸، حدیث نمبر ۳۰۱۷۔
۵۹۔ ایضاص ۱۰۵۰، حدیث نمبر ۶۰۰۳۔
۶۰۔ اتحاف الخیرۃ المھرۃ، ۵/۴۹۵، حدیث نمبر ۵۱۰۰۔
۶۱۔ ایضاً ۲/ ۴۹۵، حدیث نمبر ۱۹۶۶۔
۶۲۔ ہیثمی، نور الدین، بغیۃ الحارث عن زوائد مسند حارث بن ابی اسامہ (مرکز خدمۃ السنۃ وسیرت نبویہ، مدینہ منورہ) ۲/ ۳۲۵، حدیث نمبر ۵۰۲۔
۶۳۔ شبلی نعمانی، سیرۃ النبی، ۴/ ۹۵۔
۶۴۔ بغیۃ الحارث عن زوائد مسند حارث بن ابی اسامہ، ۲/ ۸۵۱، حدیث نمبر ۹۰۴۔
۶۵۔ اتحاف الخیرۃ المھرۃ، ۷/ ۹۶، حدیث نمبر ۶۴۶۰۔
۶۶۔ شبلی نعمانی، سیرۃ النبی، ۴/ ۵۵۔
۶۷۔ بخاری، الجامع الصحیح ص ۶۴۲، حدیث نمبر ۳۸۲۵۔
۶۸۔ سنن الصغریٰ، ۳/ ۱۱۳، حدیث نمبر ۳۹۹۰۔
۶۹۔ البانی، ناصر الدین، رواء الغلیل (المکتب الاسلامی بیروت)، ۸/ ۱۲۷، حدیث نمبر ۲۴۶۱۔
۷۰۔ ابن ابی شیبہ، مصنف ابن ابی شیبہ، (دار الفکر)، ۶/ ۵۴۶، حدیث ۲۲۳۹۴۔
۷۱۔ ارواء الغلیل، ۸/ ۱۲۷، حدیث نمبر ۲۶۶۱۔
۷۲۔ سنن الصغریٰ، ۳/ ۷۴، حدیث نمبر ۳۸۶۱۔
۷۳۔ اتحاف الخیرۃ المھرۃ، ۳/ ۲۲۶، حدیث نمبر ۲۶۱۴۔
۷۴۔ الازرقی، اخبار مکہ، (مکتبہ۔۔)، ۲/ ۳۸۳، حدیث نمبر ۱۳۷۱۔
۷۵۔ الاعراف: (۷) ۱۵۶۔
۷۶۔ اتحاف الخیرۃ المھرۃ، ۵/ ۸۹، حدیث نمبر ۴۶۰۳۔
۷۷۔ البقرۃ: (۲) ۲۵۶۔